شمارہ نمبر ۱۶

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ستمبر/ ۲۰۲۰

دوماہی مجلّہ

الاجماع

* امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔(قسط ۳) * امام ابو منصور الماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) کی توثیق۔

* حافظ محمد بن یوسف الصالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے کئی ائمہ احناف کو ثقہ، ثبت قرار دیا ہے۔

* امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) صدوق اور متقن ہیں۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر آگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ **حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔**

محدث ابو المآثر حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اور عالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

امام کے پیچھے قراءت کرنے کی ممانعت۔ (قسط ٣)

(رسول اللہ ﷺ کے کلام مبارک سے)

- مولانا نذیر الدین قاسمی

دلیل نمبر ٣ :

امام ابو داود، سیلمان بن الاشعث السجستانیؒ (م ٢٧٥؁ھ) نے کہا:

حدثنا القعنبي، عن مالك، عن ابن شهاب، عن ابن أكيمة الليثي، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم انصرف من صلاة جهر فيها بالقراءة فقال: «هل قرأ معي أحد منكم آنفا؟»، فقال رجل: نعم، يا رسول الله، قال: «إني أقول مالي أنازع القرآن؟»، قال: فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه النبي صلى الله عليه وسلم بالقراءة من الصلوات حين سمعوا ذلك من رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضرت نبی اکرم ﷺ ایک ایسی نماز سے فارغ ہوئے جس میں آپ ﷺ نے جہراً (زور سے) قراءت فرمائی تھی، پھر آپ نے دریافت فرمایا: کیا ابھی تم میں سے بھی کسی نے میرے ساتھ ساتھ قراءت کی؟ تو ایک صاحب نے عرض کیا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول، آپ نے ارشاد فرمایا: تبھی تو میں کہوں کہ قرآن میں مجھ سے کشمکش کیوں کی جارہی ہے۔

آگے (حضرت ابو ہریرہؓ) کہتے ہیں: جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (نماز پڑھتے ہوئے) قراءت کرنے سے رک گئے، ان نمازوں میں جن میں آپ ﷺ بلند آواز سے قراءت فرماتے۔

(سنن ابو داود: حدیث نمبر ٨٢٦)

یہ روایت بالکل صریح ہے کہ جہری نمازوں میں قراءت منسوخ ہو گئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابو داودؒ (م۲۷۵ھ)، امام ابو حاتم الرازیؒ (م۲۷۷ھ)، امام ترمذیؒ (م۲۷۹ھ)، امام ابو علی الطوسیؒ (م۳۱۲ھ)، حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ)، امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م۴۰۵ھ)، حافظ بغویؒ (م۵۱۶ھ)، حافظ اعبد الحق الاشبیلیؒ (م۵۸۱ھ)، حافظ ابن قطانؒ (م۶۲۸ھ) وغیرہ نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔(**سنن ابو داود: حدیث نمبر ۸۲۶، شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۳۲، صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ۱۸۴۹، مصابیح السنۃ: ج ۱: ص ۳۳۲**)

لہذا یہاں پر رواۃ کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔[1]

اعتراض:

اثری صاحب نے کئی حفاظ سے نقل کیا کہ "**فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه**" کے الفاظ امام زہریؒ (م۱۲۵ھ) کا مدرج ہے، حضرت ابو ہریرہ کے الفاظ نہیں ہے۔

الجواب:

اولاً امام ابو داودؒ (م۲۷۵ھ) نے کہا کہ:

" **وقال ابن السرح في حديثه: قال معمر: عن الزهري، قال أبو هريرة: فانتهى الناس** "۔

امام ابو داوٗدؒ لکھتے ہیں: ابن سرحؒ نے اپنی حدیث میں یہ (بھی) کہا ہے کہ: معمرؒ، زہریؒ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا: "پس لوگ رک گئے"۔(**سنن ابو داود: حدیث نمبر ۸۲۷**)[2]

---

[1] **نوٹ:**

اس روایت میں ابن شہاب الزہریؒ (م۱۲۵ھ) نے ابن **اکیمۃ**ؒ (م۱۰۱ھ) سے سماع کی تصریح کر دی ہے، لہذا ان پر اس روایت میں تدلیس کا الزام مردود ہے۔

[2] **اعتراض:**

ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ اگر جملہ زہریؒ کا ہے، تو بھی مرسل اور اگر یہ انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے، تو بھی مرسل۔(**توضیح الکلام: ص ۷۵۴**)

اسی طرح ثقہ، عابد، ابو محمد عبد اللہ بن عون الخراز البغدادیؒ (م ۲۳۲ھ) کی روایت کے اخیر میں بھی یہ جملہ ہے کہ ابو ہریرہؓ نے فرمایا: (لوگوں نے جہری نمازوں میں قراءت ترک کر دی)۔ **(شرح ابن ماجہ لمغلطائی: ص ۱۴۳۲)**

غالباً یہی وجہ ہے کہ:

مشہور متکلم و صدوق[3] امام ابو منصور ماتریدیؒ **(م ۳۳۳ھ)**، محدث ابو عبد اللہ، محمد بن علی المازریؒ **(م ۵۳۶ھ)**، حافظ الحدیث، امام، قاضی عیاض القرطبیؒ **(م ۵۴۴ھ)**، حافظ ابو العباس القرطبیؒ **(م ۶۵۶ھ)** وغیرہ نے "**فانتهى الناس عن القراءة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما جهر فيه**" کے جملہ کو حضرت ابو ہریرہؓ کا قول قرار دیا ہے۔ **(تاویلات اھل السنۃ للماتریدی: ج ۵: ص ۱۲۸، شرح التلقین: ج ۱: ص ۵۹۴، ۵۱۷، اکمال للقاضی عیاض: ج ۲: ص ۲۷۸، المفہم للقرطبی ج ۲: ص ۲۸)**

اور یہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

بالفرض اگر اثری صاحب کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے کہ یہ امام زہریؒ کا قول ہے، امام ابو ہریرہؓ کا نہیں، تب بھی یہ جملہ اپنی پوری قوت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرامؓ، حضرت نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے، جہری نمازوں میں قراءت نہیں کرتے تھے، چنانچہ:

<u>الجواب:</u>

امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ) کے قول کو مرسل کہنا مردود ہے، کیونکہ امام زہریؒ نے "**قال أبو هريرة: فانتهى الناس**" کا جملہ اس حدیث کے فوراً بعد کہا ہے۔ لہذا یہی سمجھا جائے گا کہ زہریؒ کو حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ قول **ابن اکیمۃ**ؒ (م ۱۰۱ھ) کے واسطہ سے ملا، جیسا کہ محدثین کا منہج ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے غیر مقلد عالم، کفایت اللہ سنابلی کی کتاب **۴ دن قربانی کی مشروعیت: ص ۱۵**۔

لہذا اثری صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

[3] دیکھئے **ص: ۲۸**۔

خود اہل حدیث حضرات کا اصول ہے کہ راوی حدیث اپنی حدیث کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے۔ (**فتاوی الشیخ الالبانی فی المدینۃ والامارات: ص ۱۴۶، فتاوی البانیہ: ص ۲۳۶**)، تو امام زہریؒ (م ۱۲۵ھ) اس حدیث کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں، لہذا ان کے الفاظ کا اعتبار کیا جائے گا۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کہتے ہیں :

وهذا إذا كان من كلام الزهري فهو من أدل الدلائل على أن الصحابة لم يكونوا يقرءون في الجهر مع النبي - صلى الله عليه وسلم - فإن الزهري من أعلم أهل زمانه، أو أعلم أهل زمانه بالسنة، وقراءة الصحابة خلف النبي - صلى الله عليه وسلم -

اور جب یہ امام زہریؒ کا کلام ہے، تو یہ اس بات پر سب سے مضبوط دلیل ہے پر کہ صحابہ کرامؓ جہری نمازوں میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تلاوت نہیں کرتے تھے، اس لئے کہ امام زہریؒ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم، نیز سنت اور نبی اکرم ﷺ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت کے بارے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں۔ (**الفتاوی الکبری: ج ۲: ص ۲۹۱**)

لہذا قول راجح یہی ہے کہ یہ ابو ہریرہؓ کا قول ہے۔ واللہ اعلم

اور اثری صاحب کا اعتراض مردود ہے۔

دلیل نمبر ۴ :

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن الحمامي المقرئ أنا أحمد بن سلمان الفقيه نا إبراهيم بن الهيثم نا آدم نا ابن أبي ذئب ,عن محمد بن عمرو ,عن محمد بن عبد الرحمن بن ثوبان ,عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ما كان من صلاة يجهر فيها الإمام بالقراءة فليس لأحد أن يقرأ معه۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نماز میں امام جہر سے قراءت کرتا ہو، تو اس نماز میں کسی لئے جائز نہیں ہے کہ وہ امام کے ساتھ قراءت کرے۔ (**کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۴۴**)

سند کی تحقیق:

(۱) امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام للذہبی)**

(۲) ابو الحسن، علی بن احمد بن عمر بغدادیؒ (م ۴۱۷؁ھ) بھی ثقہ، فاضل، مقری ہیں۔ **(السَّلسَبِيلُ النَّقِي في تَرَاجِمِ شيوخ البَيهَقِيّ: ص ۴۷۰)**

(۳) احمد بن سلمان، ابو بکر النجادؒ (م ۳۴۸؁ھ) صدوق، مکثر ہیں۔ **(الدلیل المغنی: ص ۹۱)**[4]

(۴) ابراہیم بن **الھیثم** البلدیؒ (م ۲۸۰؁ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۲۶۳)**

(۵) آدم بن ابی ایاسؒ (م ۲۲۱؁ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۳۲)**

(۶) محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئبؒ (م ۱۵۹؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل، فقیہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۰۸۲)**

(۷) محمد بن عمرو بن عطاء، ابو عبد اللہ المدنیؒ (م ۱۲۰؁ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۱۸۷)**

(۸) محمد بن عبد الرحمٰن بن ثوبانؒ بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۰۶۸)**

(۹) ابو ہریرہؓ مشہور صحابی رسول ﷺ اور حافظ الصحابہ ہیں۔

لہذا اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں، پس سند صحیح ہے۔

اعتراض:

اثری صاحب نے امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ) سے نقل کیا ہے کہ یہ روایت منکر ہے اور مجموع اخبار میں، میں نے اسے کہیں نہیں پایا۔ **(توضیح الکلام: ص ۷۹۱)**

---

[4] اثری صاحب نے نقل کیا کہ ابو بکر النجاد کو آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا، لیکن ان سے یہ روایت ابو الحسن، علی بن احمد بن عمر بغدادیؒ (م ۴۱۷؁ھ) نے نقل کی ہے، جو ابو بکر النجادؒ سے روایت کرنے میں مکثر ہیں، اور خود امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ)، امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵؁ھ) کے نزدیک "**أبو الحسن علي بن أحمد المقرئ ببغداد، أنا أحمد بن سلمان النجاد**" کی سند مقبول ہے۔ **(الخلافیات للبیھقی: ج ۱: ص ۳۰۱)** نیز اثری صاحب کا اعتراض اسلئے بھی مردود ہے کہ اس روایت کے معنوی متابع وشاہد موجود ہیں۔ **(دیکھئے: دلیل نمبر ۲ اور اس کے شواہد و متابعات)**

الجواب:

چونکہ اس روایت کے شواہد موجود ہیں۔ (**دیکھئے: دلیل نمبر ۲ اور اسکے شاہد ومتابعات**) لہذا امام بیہقیؒ (**م ۴۵۸ھ**) کا اعتراض غیر صحیح ہے۔ واللہ اعلم

دلیل نمبر ۵:

حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (**م ۲۳۵ھ**) نے کہا:

نا زيد بن الحباب، نا معاوية بن صالح، قال: حدثني أبو الزاهرية، قال: حدثني كثير بن مرة الحضرمي، قال: سمعت أبا الدرداء، يقول: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفي كل صلاة قراءة؟ فقال: نعم فقال رجل من الأنصار: وجبت هذه، فقال له - وكان أقرب القوم إليه: ما أرى الإمام إذا أم القوم إلا قد كفاهم۔

رسول ﷺ سے سوال کیا گیا: کیا ہر نماز میں قراءت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ ایک انصاریؓ نے کہا کہ پھر تو قراءت واجب ہوگئی، تو رسول ﷺ نے ابو درداء سے کہا کہ جبکہ وہ آپ ﷺ سے سب سے قریب تھے کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ امام کی قراءت مقتدیوں کو کافی ہے۔ (**مسند ابن ابی شیبہ: ج ۱: ص ۴۷**)

سند کی تحقیق:

(۱) حافظ ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (**م ۲۳۵ھ**) مشہور شیخین کے مشہور استاذ اور ثقہ، امام اور ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔

(۲) زید بن الحبابؒ (**م ۲۳۰ھ**) مسلم اور سنن اربع کے راوی، ثقہ، حافظ الحدیث اور امام ہیں۔ (**سیر: ج ۹: ص ۳۹۳**)

آپؒ کی توثیق درج ذیل ہے:

- حافظ وکیعؒ (**م ۱۹۸ھ**) نے کہا: **نعم الرجل زيد بن حباب۔**
- امام یحیی بن معینؒ (**م ۲۳۳ھ**) نے کہا: **ثقة۔**
- امام علی بن المدینیؒ (**م ۲۳۴ھ**) نے کہا: **ثقة۔**

- ثقہ، ثبت، امام عبید اللہ القواریری ؒ (م ۲۳۵؁ھ) نے کہا: **كان أبو الحسين العكلي ذكيا حافظا عالما۔**

- حافظ عثمان بن ابی شیبہ ؒ (م ۲۳۹؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**

- امام احمد بن حنبل ؒ (م ۲۴۱؁ھ) نے کہا: **وكان يضبط الألفاظ عن معاوية بن صالح۔**

- حافظ احمد بن صالح المصری ؒ (م ۲۴۸؁ھ) نے کہا: **وكان ثقة معروفا بالحديث، صدوقا إلا أنه كان يأنف أن يخرج كتابه، فكان يملي من حفظه، فربما وهم في الشيء، وكان راوية عن معاوية بن صالح والثوري وحسين بن واقد، وكان صاحب سنة، وكان محتاجا فقيرا متعففا كثير الحديث۔**

- حافظ ابو سعید الأشج (م ۲۵۷؁ھ) نے کہا: **وكان نعم الرجل، كان والله حسن الخلق ۔**

- امام عجلی ؒ (م ۲۶۱؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**

- امام ابو حاتم الرازی ؒ (م ۲۷۷؁ھ) نے کہا: **صدوق، صالح الحديث۔**

- امام، حافظ ابو مسلم، ابراہیم بن عبد اللہ **الکجی** ؒ (م ۲۹۲؁ھ) نے کہا: **كان ثقة معروفا بالحديث، صاحب سنة صدوقا كثير الحديث، كيسا صابرا على القدر حالا۔**

- حافظ ابوزکریا الازدی ؒ (م ۳۳۴؁ھ) نے کہا: **وكان زيد فاضلا صالحا متعللا ۔**

- حافظ ابن یونس مصری ؒ (م ۳۴۷؁ھ) نے کہا: **كان جوالا فى البلاد فى طلب الحديث، وكان حسن الحديث۔**

- حافظ ابن عدی ؒ (م ۳۶۵؁ھ) نے کہا: **له حديث كثير، وهو من أثبات مشائخ الكوفة ممن لا يشك فى صدقه، والذى قاله ابن معين عن أحاديثه عن الثورى، إنما له أحاديث عن الثورى يستغرب بذلك الإسناد، وبعضها ينفرد برفعه، والباقى عن الثورى، وغير الثورى مستقيمة كلها۔**

- امام ابو الحسن الدار قطنی ؒ (م ۳۸۵؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**

- امام ابن شاہین ؒ (م ۳۸۵؁ھ) نے ثقات میں شمار کیا ہے۔

- حافظ ابن ماکولا ؒ (م ۴۷۵؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**

- حافظ ابو سعد السمعانیؒ (م ۵۶۲؁ھ) نے کہا: **كان صاحب حديث ۔**
- امام ابن خلفونؒ (م ۶۳۶؁ھ) نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔
- حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸؁ھ) نے کہا: **الإِمَامُ، الحَافِظُ، الثِّقَةُ، الرَّبَّانِيُّ، و كان حافظا زاهدا رحالا جوالا۔**
- حافظ ماردینیؒ (م ۷۵۰؁ھ) نے کہا: **زيد بن الحباب ثقة مشهور ۔**
- حافظ ابن رجبؒ (م ۷۹۵؁ھ) نے کہا: **زيد بن الحباب ثقة مشهور ۔**
- حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶؁ھ) نے کہا: **زيد بن الحباب ثقة حافظ ۔**
- حافظ بصیریؒ (م ۸۴۰؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**
- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲؁ھ) نے بھی ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔
- محدث عینیؒ (م ۸۵۵؁ھ) نے کہا: **ثقة۔**

ان کے علاوہ اور بھی کئی ائمہ نے ان کی توثیق کی ہے۔

لہذا زید بن الحبابؒ (م ۲۳۰؁ھ) ثقہ، حافظ الحدیث اور ثبت، امام ہیں۔

(تہذیب التہذیب: ج۳: ص ۴۰۲، تاریخ الاسلام: ج۵: ص۷۵، سیر: ج۹: ص ۳۹۳، اکمال تہذیب الکمال: ج۵: ص ۱۴۴، الجوھر النقی: ج۱: ص ۲۸۶، شرح علل الترمذی: ج ۲: ص ۸۱۳، طرح التثریب: ج۴: ص ۳۷، اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ج ۲: ص ۱۵۶، نتائج الافکار: ج ۱: ص ۲۶، نخب الافکار: ج ۱۴: ص ۴۳۳)[5]

---

[5] **اعتراض:**

ان سب توثیقات کے باوجود اثری صاحب اور ان کے شیخ یحیی گوندلوی کہتے ہیں کہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کثیر الخطاء ہے، اور امام ابن حبانؒ ثقات میں فرماتے ہیں کہ وہ خطا کر جاتے تھے۔ پھر آگے ان کو صدوق کثیر الخطاء کہتے ہیں۔ **(توضیح الکلام: ص ۹۶۷-۹۶۸)**

الجواب:

(۳) معاویہ بن صالح حمصیؒ **(م ۱۷۰؁ھ)** مسلم، سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۷۶۲)**

(۴) ابو الزاھریۃ الحمصیؒ **(م ۱۰۰؁ھ)** بھی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۱۵۳)**

(۵) کثیر بن مرۃ الحمصیؒ سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۶۳۱)**

(۶) ابو درداء الانصاریؓ **(م ۳۲؁ھ)** مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب)**

لہذا اس کی سند صحیح اور تمام روات ثقہ ہیں۔[6]

اکثر ائمہ نے ان کو ثقہ، ثبت، فاضل، ذکی، امام، حافظ الحدیث اور صاحب حدیث قرار دیا ہے۔

لہذا جمہور کے مقابلے میں امام احمدؒ کی جرح غیر صحیح اور مرجوح ہے۔

نیز امام احمدؒ **(م ۲۴۱؁ھ)** نے تسلیم کیا ہے کہ "**و کان یضبط الألفاظ عن معاویۃ بن صالح**" زید، معاویہ کے الفاظ کو ضبط (محفوظ) رکھتے تھے، اور ہماری یہ روایت بھی معاویہ بن صالح الحمصی **(م ۱۷۰؁ھ)** سے ہی مروی ہے، لہذا زید بن الحباب عن معاویہ کی روایت میں زید کا ضابط ہونا، تو خود امام احمدؒ کے نزدیک مسلم ہے۔ لہذا امام احمدؒ کی جرح "**عن معاویۃ بن صالح**" کے علاوہ پر محمول ہو گی۔

نیز حافظ ابن حجرؒ **(م ۸۵۲؁ھ)** نے بھی ان کو "**یخطیء فی حدیث الثوری**" قرار دیا ہے۔ **(تقریب)**، اس سے بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک کثیر الخطاء کی جرح عام نہیں ہے۔ اور "**زید بن الحباب عن معاویہ بن صالح**" صحیح مسلم کی شرط پر ہے۔

اسی طرح شیخ الالبانیؒ **(م ۱۴۲۰؁ھ)** کہتے ہیں کہ "**في زید بن الحباب کلام لا یضر إن شاء اللہ تعالی**"۔ **(الصحیحۃ: ج ۴: ص ۲۷۵)** نیز دیکھئے **نثل النبال بمعجم الرجال الذین ترجم لھم فضیلۃ الشیخ المحدث أبو إسحاق الحوینی: ج ۲: ص ۳۰**۔

اور امام ابن حبانؒ **(م ۳۵۴؁ھ)** تو جرح میں متشدد ہیں، جیسا کہ ائمہ حدیث واقف ہیں، لہذا ان حضرات کی جرح سے زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** کی روایت پر کوئی فرق نہیں پڑھتا، خاص طور سے جب کہ ان کا متابع بھی موجود ہے۔ لہذا ان پر اعتراض ہی مردود ہے۔

[6] **اعتراض:**

اثری صاحب کہتے ہیں کہ ابو صالح جو کثیر الغلط ہیں، وہ اسے معاویہ بن صالح سے مرفوع بیان کرتے ہیں، اور زیدؒ گو اس کا متابع ہے، مگر اس کی حدیث میں بھی وہم پایا جاتا ہے۔ پھر امام حمدؒ، اور فضلؒ اسی (زید بن الحباب) سے یہ جملہ موقوف بیان کرتے ہیں۔ گو زید خود اس روایت میں متردد ہیں۔ کبھی اسے مرفوع اور کبھی موقوف بیان کرتے ہیں۔

ان کے برعکس امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ، امام عبد اللہ بن وہبؒ اور حماد بن خالدؒ اسے معاویہ بن صالحؒ سے موقوف ہی بیان کرتے ہیں۔۔۔ خدارا ذرا غور کیجیے! ایک طرف ثقہ، ثبت اور حافظ الحدیث راوی تو اسے موقوف بیان کریں، مگر ان کے مقابلہ میں صدوق، کثیر الخطا راوی (اور ان میں بھی ایک موقوف بیان کرنے والا) اسے مرفوع نقل کرے، تو ترجیح کس کو ہو گی؟ ثقہ اوثق کی مخالفت کرے تو روایت شاذ ہو گی مگر صدوق کثیر الخطا کی روایت، کیا مخالفت میں مقبول اور محفوظ ہو گی؟؟ **(توضیح الکلام: ص ۹۶۸)**

الجواب:

اولا زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** کو صدوق کثیر الخطاء کہنا مردود ہے۔ کیونکہ وہ ثقہ، ثبت، فاضل، ذکی، امام، حافظ الحدیث اور صاحب حدیث ہیں اور امام احمد بن حنبلؒ **(م ۲۴۱؁ھ)** نے ان کو خاص معاویہ بن صالحؒ **(م ۱۵۸؁ھ)** کی روایت میں "ضابط" قرار دیا ہے اور یہاں بھی معاویہؒ کی روایت ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، اس لحاظ سے اس روایت میں زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** پر کثیر الخطا کی جرح فٹ ہی نہیں ہوتی۔

دوم ابو صالح، عبد اللہ بن صالح المصریؒ **(م ۲۲۲؁ھ)** کے بارے میں قول فیصل آرہا ہے کہ جب ان سے اہل حذق روایت کریں، تو ان کی حدیث صحیح ہو گی۔ **(ص: ۱۱)** لہذا ان کا کثیر الغلط ہونا بھی مضر نہیں، کیونکہ یہاں ان سے یہ روایت امام العلل اور امام الجرح والتعدیل، محمد بن اسحاق الصاغانیؒ **(م ۲۷۰؁ھ)** نے لی ہے۔ نیز ان کے متابع، ایک اور ثقہ راوی عمرو بن الولید الاغضفؒ **(م ۱۸۱؁ھ)** بھی موجود ہیں، جیسا کے تفصیل آرہی ہے۔

لہذا ابو صالح، عبد اللہ بن صالح المصریؒ **(م ۲۲۲؁ھ)** پر اعتراض مردود ہے۔

سوم زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** یہ روایت موقوفاً بھی بیان کرتے ہیں، جس کا اقرار اثری صاحب نے بھی کیا ہے۔ لہذا زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** نے یہاں دوسرے حفاظ کی موافقت کی ہے۔ اور اس موافقت کے علاوہ انہوں نے ایک زائد روایت بھی نقل کی ہے، جس میں انہوں نے اس کو مرفوعاً نقل کیا ہے، پس یہ زیادتی ہوئی، مخالفت نہیں، اور ثقہ، حافظ، ثبت، امام اور صاحب حدیث کی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے۔ لہذا یہ زیادتی مقبول ہے، اثری صاحب کا اسے مخالفت کہنا مردود ہے۔ واللہ اعلم

چہارم ائمہ محدثین کا اصول ہے کہ اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث کو کبھی مرفوعاً، کبھی موقوفاً، کبھی مرسلاً بیان کرتا ہے، تو وہ حدیث مرفوعاً ہی تسلیم کی جائے گی۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے **ص: ۲۳**) اور زید بن الحبابؒ **(م ۲۳۰؁ھ)** ثقہ، امام، حافظ الحدیث اور ثبت، فاضل ہیں،

نیز زید بن الحباب ؒ (م ۲۳۰؁ھ) کے متابعات بھی موجود ہے۔

متابع نمبر ١ :

اور امام ابو بکر البیہقی ؒ (م ۴۵۸؁ھ) نے اس روایت کی ایک اور سند ذکر کی ہے: چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ, ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب نا محمد بن إسحاق, ثنا أبو صالح, حدثني معاوية بن صالح, حدثني أبو الزاهرية, حدثني كثير بن مرة الحضرمي, قال: سمعت أبا الدرداء, يقول: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أفي كل صلاة قراءة؟ فقال: «نعم» فقال رجل من الأنصار: وجبت هذه فقال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم وكنت أقرب القوم إليه: ما أرى الإمام إذا أم القوم إلا قد كفاهم۔ (كتاب القراءت للبيهقي: ص ١٧١)

سند کے روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو بکر البیہقی ؒ (م ۴۵۸؁ھ)،

(۲) امام ابو عبد اللہ الحاکم صاحب المستدرک ؒ (م ۴۰۵؁ھ)،

(۳) ابو العباس، محمد بن یعقوب الاصم ؒ (م ۳۴۶؁ھ) وغیرہ مشہور ائمہ ثقات میں سے ہیں۔

(۴) محمد بن اسحاق، ابو بکر الصاغانی ؒ (م ۲۷۰؁ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ، ثبت، حجت، امام ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۷۲۱، سیر)**

- حافظ ذہبی ؒ (م ۷۴۸؁ھ) نے کہا: " **طَوّف وجال, وأكثر التَرحال, وبرع فِي العِلَل والرجال** "۔ **(تاریخ الاسلام: ج۶: ص۳۹۴)** ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ " **وَكَانَ ذَا مَعْرِفَةٍ وَاسِعَةٍ, وَرِحلَةٍ شَاسعَةٍ** "۔ **(سیر: ج۱۲: ص ۵۹۲)**،

جیسا کہ گزر چکا، لہذا ان کا اس روایت کو کبھی مرفوعاً اور کبھی موقوفاً بیان کرنا مضر نہیں ہے۔ لہذا الفاظ " **ما أرى الإمام إذا أم القوم إلا قد كفاهم** " کا مرفوع ہونا ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم

نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸؁ھ) نے آپؒ کو " **ذکر من یعتمد قولہ في الجرح والتعدیل** " میں بھی شمار کیا ہے۔(**ذکر من یعتمد: ص ۱۹۳**)، ابو مزاحم الخاقانیؒ (م ۳۲۵؁ھ) کہتے ہیں کہ "**کان الصاغانی یشبہ یحیی بن معین فی وقتہ** " امام صاغانیؒ اپنے وقت میں ابن معینؒ کے مشابہ تھے۔

ائمہ نے انکی اعلی درجہ کی توثیق کی ہے۔ (**تہذیب الکمال: ج ۲۴: ص ۳۹۶، تاریخ ابن عساکر: ج ۵۰: ص ۲۰**)

(۵) ابو صالح، عبد اللہ بن صالح المصری کاتب اللیثؒ (م ۲۲۲؁ھ) کی توثیق مفسر کرتے ہوئے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲؁ھ) نے کہا:

"**ظاهر كلام هؤلاء الأئمة أن حديثه في الأول كان مستقيمًا ثم طرأ عليه فيه تخليط، فمقتضى ذلك أن ما يجيئ من روايته عن أهل الحذق كيحيى بن معين البخاري وأبي زرعة وأبي حاتم فهو من صحيح حديثه**"

ان ئمہ کے کلام کا ظاہر ہے کہ ابو صالحؒ کی پہلے زمانے کی احادیث مستقیم تھی، پھر بعد میں ان میں تخلیط آگئی، لہذا یہ اس بات کا مقتضی ہے کہ جو احادیث، ان سے حدیث کے ماہرین، جیسا کہ یحیی بن معینؒ، بخاریؒ، ابو زرعہؒ، ابو حاتمؒ روایت کریں، تو ان کی وہ حدیث صحیح ہو گی۔(**تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج ۱: ص ۴۸۲**)

نوٹ:

ابو صالحؒ (م ۲۲۲؁ھ) کی یہ حدیث بھی، حدیث کے ماہر، امام العلل و الرجال، ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث محمد بن اسحاق، ابو بکر الصاغانیؒ (م ۲۷۰؁ھ) نے روایت کی ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔

لہذا اس روایت میں ابو صالحؒ (م ۲۲۲؁ھ) پر کلام باطل و مردود ہے۔

(۶) معاویہ بن صالح الحمصیؒ (م ۱۷۰؁ھ)،

(۷) ابو الزاھریۃ الحمصیؒ (م ۱۰۰؁ھ)،

(۸) کثیر بن مرۃ الحمصیؒ وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔

(۹) ابو درداء الانصاریؓ (م ۳۲؁ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔(**تقریب**)

لہذا یہ سند حسن ہے۔

متابع نمبر ٢:

حافظ مغلطائیؒ (م ٧٦٢ھ) نے اس روایت کی تیسری سند بھی ذکر کی ہے، چنانچہ حافظ ابو القاسم الطبرانیؒ (م ٣٦٠ھ) سے نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں:

قال الطبراني في الكبير: ثنا عبدان بن أحمد ثنا زيد بن الحريش، ثنا عمرو بن الوليد الأغصف عن معاوية عن يونس بن ميسرة عن أبي إدريس عن أبي الدرداء: "سأل رجل النبي -عليه السلام- فقال: أفي كل صلاة قراءة: قال: "نعم" قال رجل من القوم: وجب هذا: فقال -عليه السلام-: ما أرى الإمام إذا قرأ إلا كان كافيًا۔ (معجم الكبير للطبرانی بحوالہ **شرح ابن ماجة للمغلطائی: ص ١٤٢١)**

سند کی تحقیق:

(١) حافظ ابو القاسم الطبرانیؒ (م ٣٦٠ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(ارشاد القاصی والدانی)**

(٢) عبدان بن احمد سے مراد عبد اللہ بن احمد بن موسیٰ، ابو محمد العسکری القاضیؒ (م ٣٠٧ھ) ہیں، اور وہ ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(ارشاد القاصی والدانی: ص ٣٦٨)**

(٣) زید بن الحریش الاھوازیؒ (م ٢٤١ھ) بھی صدوق، صاحب حدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج٥: ص ١١٤٣، کتاب الثقات للقاسم: ج٤: ص ٣٤٧، الکامل: ج١: ص ٤٥٩، ٧٩، صحیح ابن حبان: حدیث نمبر ١٣٤٥، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ١٨٠٢٨)**

(٤) عمرو بن الولید الاغضفؒ (م ١٨١ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج٧: ص ٣٧١، التذييل على كتب الجرح و التعديل: ص ٢٢١)**

(٥) معاویہ بن یحیی الصدفی کی روایات میں کلام ہے، حافظ ابن حبانؒ نے کہا ہے کہ ان کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ **(میزان الاعتدال: ج٤: ص ١٣٨)**

بعض ائمہ نے کہا کہ جو روایات انہوں نے شام میں بیان کی ہیں وہ احسن ہیں اور جو ''رے'' میں بیان کی ہیں وہ ضعیف ہیں، بعض نے کہا عیسی بن یونس اور اسحاق بن سلیمان الرازی سے مروی روایات مقلوبہ ہیں۔ **(تہذیب التہذیب وغیرہ)**

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ **(م ۸۵۲؁ھ)** نے بھی کہا: '' **ضعیف و ما حدث بالشام أحسن مما حدث بالری** ''۔ **(تقریب: رقم ۶۷۷۲)**

اور امام دار قطنیؒ **(م ۳۸۵؁ھ)** کہتے ہیں '' **حدثهم بالري بأحاديث من حفظه وهم فيها على الزهري، وأما روايته عن الزهري فهي من غير طريق إسحاق مستقيمة، يشبه أن يكون من كتابه** ''

کہ معاویہ نے جو روایات رئے میں اپنے حافظہ سے بیان کی ہیں، ان روایات میں زہری سے بیان کرنے میں ان کو وہم ہوا ہے، اور اسحاق کی طریق سے علاوہ سے مروی ان کی عن الزہری کی روایات مستقیم ہیں، گویا وہ معاویہ کی کتاب لی گئی ہیں۔ **(موسوعۃ اقوال امام الدار قطنی: ج ۲: ص ۶۵۶)**، حافظ ابن حبانؒ **(م ۳۵۶؁ھ)** کہتے ہیں کہ '' **في رواية الشاميين عند الهقل بن زياد وغيره أشياء مستقيمة، تشبه حديث الثقات** '' شامی حضرات کی روایات میں **الھقل** بن زیاد کے پاس اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کے پاس معاویہ کی روایات میں کی کئی روایات مستقیم ہیں، جو کہ ثقات کی حدیث کے مشابہ ہیں۔ **(المجروحین: ج ۳: ص ۳)**

زیر بحث روایت میں عمرو بن الولید **الاغضف**ؒ **(م ۱۸۱؁ھ)** کے تعلق سے ائمہ کی صراحت نہیں ملی کہ انہوں نے معاویہ سے ان کے حافظہ کے متغیر ہونے سے پہلے روایت لی ہے یا نہیں، لیکن متابعات ہونے کی صورت میں ان پر کلام کرنا ہی فضول و بیکار ہے۔

(٦) یونس بن میسرۃ بن حلبسؒ **(م ۱۳۲؁ھ)** بھی ثقہ، عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۹۱۶)**

(٧) ابو ادریس الخولانیؒ **(م ۸۰؁ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تہذیب التہذیب: ج ۵: ص ۸۶)**

(٨) ابو درداء الانصاریؓ **(م ۳۲؁ھ)** مشہور صحابی ہیں۔ **(تقریب)**

لہذا متابعت کی وجہ سے یہ روایت بھی حسن ہے۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ حافظ ابو بکر الجصاص الرازیؒ (م ۳۷۰ھ)، قاضی ابو عبد الوہاب المالکیؒ (م ۴۲۲ھ)، امام قدوریؒ (م ۴۲۸ھ)، حافظ مغلطائی (م ۷۶۲ھ)، حافظ ہیثمیؒ (م ۸۰۷ھ) وغیرہ نے اس روایت کو مرفوعاً تسلیم کیا ہے۔ (**شرح مختصر الطحاوی: ج۱: ص ۶۵۴، الاشراف علی نکت مسائل الخلاف: ج۱: ص ۲۴۰، التجرید القدوری: ج ۲: ص ۵۱۲، شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۴۳۹، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۲۶۴۴**)

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ثابت ہے اور "**ما أرى الإمام إذا أم القوم إلا قد كفاهم**" کا قول مرفوع ہے۔ واللہ اعلم

دلیل نمبر ۶:

حضرت ابو بکرہؓ (م ۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

أنه انتهى إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو راكع، فركع قبل أن يصل إلى الصف، فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم فقال: زادك الله حرصا ولا تعد۔

انہوں نے نبی ﷺ رکوع کی حالت میں پایا، تو وہ بھی صف میں ملنے سے پہلے رکوع میں چلے گئے، (اور بعد میں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے صف میں مل گئے)، پھر انہوں نے اس بات کا ذکر نبی ﷺ سے کیا، تو رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی تجھے نیکی کرنے پر اور حریص کرے، دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ (**صحیح بخاری: حدیث نمبر ۷۸۳**)

وضاحت:

اگر سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہوتا، جیسا کہ غیر مقلدین حضرات کا اصرار ہے، تو امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی رکعت کا اعتبار نہ ہوتا، لیکن اس صحیح اور مرفوع حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں ملنے والے کی وہ رکعت صحیح و درست ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت ابو بکرہؓ کو نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔

لہذا یہ روایت صریح ہے کہ مقتدی پر سورہ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے۔[7]

---

[7] اثری صاحب نے اس روایت کا کوئی مناسب جواب نہیں دیا، بلکہ الٹا یہ کہنے لگے کہ وہ رکعت جس میں قیام اور فاتحہ رہ جائے، اس کو مکمل رکعت شمار کرنا صحیح نہیں ہے، امام علی بن مدینیؒ، امام بخاریؒ کی بھی یہی رائے ہے۔ (**توضیح الکلام: ص ۸۱۴**) حالانکہ امام ابن مدینیؒ، امام بخاریؒ سے سند صحیح کے ساتھ یہ بات ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ جزء القراءۃ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) سے ثابت نہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۲: ص ۳**) نیز ان

دلیل نمبر ۷:

مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القیروانیؒ (م ۲۷۳ھ) نے کہا:

حدثنا علي بن محمد قال: حدثنا وكيع، عن إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن الأرقم بن شرحبيل، عن ابن عباس، قال: "لما مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم مرضه الذي مات فيه، كان في بيت عائشة، فقال: ادعوا لي عليا قالت عائشة: يا رسول الله ندعو لك أبا بكر؟ قال: ادعوه قالت حفصة: يا رسول الله ندعو لك عمر؟ قال: ادعوه قالت أم الفضل: يا رسول الله ندعو لك العباس؟ قال: نعم، فلما اجتمعوا رفع رسول الله صلى الله عليه وسلم رأسه، فنظر فسكت، فقال عمر: قوموا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم جاء بلال يؤذنه بالصلاة، فقال: مروا أبا بكر فليصل بالناس فقالت عائشة: يا رسول الله إن أبا بكر رجل رقيق حصر ومتى لا يراك يبكي، والناس يبكون، فلو أمرت عمر يصلي بالناس، فخرج أبو بكر فصلى بالناس، فوجد رسول الله صلى الله عليه وسلم في نفسه خفة، فخرج يهادى بين رجلين، ورجلاه تخطان في الأرض، فلما رآه الناس سبحوا بأبي بكر فذهب ليستأخر، فأومأ إليه النبي صلى الله عليه وسلم أي مكانك، فجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فجلس عن يمينه، وقام أبو بكر، وكان أبو بكر يأتم بالنبي صلى الله عليه وسلم، والناس يأتمون بأبي بكر، قال ابن عباس: وأخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم من القراءة من حيث كان بلغ أبو بكر۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ) کہ انحضرت ﷺ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے، تو حضرت ابو بکرؓ کو آپ نے امامت سپرد کی۔ تاکہ وہ لوگوں کو نماز پڑھایا کریں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ میں باجماعت نماز ادا کروں۔ پہلے آپ ﷺ کو تکلیف زیادہ تھی۔ پھر جب مرض میں تخفیف ہوئی۔ تو آپ ﷺ دو آدمیوں کے سہارے پر آہستہ آہستہ چل کر مسجد میں پہنچے اور آپ کے پاؤں مبارک زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔

اس سے پہلے ابو بکرؓ نماز شروع کر چکے تھے۔ اور ایک حد تک قرآت بھی کر چکے تھے۔ غرضیکہ آپ صفوں میں سے گزرتے ہوئے حضرت ابو بکر کے پہلو میں جا پہنچے وہ پیچھے ہٹ آئے اور ان کی جگہ آنحضرت ﷺ تشریف لے گئے

شاءاللہ آنے والے شماروں میں اس مسئلہ پر صحیح احادیث کے ساتھ تفصیلاً بحث آرہی ہے کہ کیا رکوع ملنے سے رکعت ہو گی، یا نہیں۔ لہذا اثری صاحب کی بات غیر صحیح ہے۔

اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ چونکہ آپ بیماری کی وجہ سے بلند آواز سے بول نہیں سکتے تھے۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں تک آواز پہنچانے میں مکبر کا فریضہ انجام دیا اور **جب آپ ﷺ پہنچے تو وہیں سے آپ ﷺ نے قراءت شروع کی، جہاں تک ابو بکر قراءت کر چکے تھے۔ (سنن ابن ماجہ: حدیث نمبر ۱۲۳۵)**

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید القیروانیؒ (م۲۷۳؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تہذیب التہذیب)**

(۲) حافظ علی بن محمد الطنافسیؒ (م۲۳۵؁ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۵)**

(۳) امام وکیع بن الجراحؒ (م۱۹۷؁ھ) صحیحین کے مشہور ثقہ راوی، حجت، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۴۱۷، اکمال تہذیب الکمال)**

(۴) اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الکوفیؒ (م۱۶۰؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۰۱)**

اور ان کا اپنے دادا ابو اسحاق السبیعی الکوفیؒ (م۱۲۹؁ھ) کی **روایت میں کیا مقام ہے**، اس کو ملاحظہ فرمایئے :

- صدوق، امام یونس بن ابی اسحاقؒ (م۱۵۲؁ھ) نے کہا: "**اذهبوا إلى ابنی إسرائيل، فهو أروى عنه منی، و أتقن لها منی، و هو كان قائد جده**"۔

- اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الکوفیؒ (م۱۶۰؁ھ) نے خود اپنے بارے میں کہا: "**كنت أحفظ حديث أبي إسحاق كما أحفظ السورة من القرآن**"۔

- ثقہ، ثبت، حافظ حجاج الاعورؒ (م۲۰۶؁ھ) نے کہا: "**قلنا لشعبة حدثنا حديث أبي إسحاق**" تو جواب میں امام شعبہ بن الحجاجؒ (م۱۶۰؁ھ) نے کہا: "**سلوا عنها إسرائيل فإنه أثبت فيها منی**"۔

- سلام بن سلیم، ابو الاحوص الکوفیؒ (م۱۷۹؁ھ): "**ذكر عن أبي إسحاق قال: ماترك لنا إسرائيل كوة ولا سفطا إلا دحسها كتبا**"۔

- امام عبد الرحمٰن بن مہدیؒ (م۱۹۸؁ھ) نے کہا: "**إسرائيل فی أبی إسحاق أثبت من شعبة و الثوری**"۔

- امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳؁ھ) نے کہا: " **إسرَائيل أثبت في أَبي إسحَاق من شَيبَان** "۔

- امام ابو حاتم الرازیؒ (م ۲۷۷؁ھ) نے کہا: " **ثقة صدوق من أتقن أصحاب أبي إسحاق** "۔

ایک اور مقام پر کہا: " **إسرائيل سماعه من أبي إسحاق قديم** "۔ **(الجامع فی الجرح والتعدیل: ج ۲: ص ۲۹۳)**

- امام ابو عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹؁ھ) نے کہا: " **إسرائيل ثبت في أبي إسحاق** "۔

- امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵؁ھ) نے کہا: " **إسماعيل، يعني ابن أبي خالد، وإن كان ثقة فهؤلاء (يعني شعبة والثوري وإسرائيل) أقوم منه لحديث أبي إسحاق** "۔

اور ایک مقام پر کہا: " **إسرائيل من الحفاظ عن أبي إسحاق** "۔

- امام بیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ)۔ **(السنن الکبری: ج ۷: ص ۱۰۸)**

- حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸؁ھ) نے کہا: " **نعم، ليس هو في التثبت كسفيان وشعبة، ولعله يقاربهما في حديث جده، فإنه لازمه صباحا ومساء عشرة أعوام** "۔

- حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱؁ھ) نے کہا: " **إسرائيل أعلم بجده** "۔

- حافظ صلاح الدین العلائیؒ (م ۷۶۱؁ھ) نے کہا: "**وقال ابن معين: إنما أصحاب أبي إسحاق شعبة وسفيان الثوري قلت: ومثلهم أيضا إسرائيل بن يونس وأقرانه ولم يعتبر أحد من الأئمة ما ذكر من اختلاط أبي إسحاق احتجوا به مطلقا وذلك يدل على أنه لم يختلط في شيء من حديثه**"۔ **(المختلطین للعلائی: ص ۹۴)**

- حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲؁ھ) نے کہا: "**سماعه من أبي إسحاق في غاية الإتقان للزومه إياه لأنه جده وكان خصيصًا به** "۔

ایک اور مقام پر کہا کہ "**من أثبت الناس في جده** "۔

(تہذیب التہذیب: ج۱: ص۲٦۱، موسوعۃ اقوال ابی الحسن الدار قطنی: ج۱: ص۱۱۹، سیر: ج۷: ص ۳۵۸، اعلام الموقعین: ج۳: ص۱۳۲، تحفۃ اللبیب بمن تکلم فیھم الحافظ ابن حجر من الرواۃ في غیر التقریب: ج۱: ص۲۸۹)

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسرائیل بن یونسؒ **(م۱٦۰ھ)** اپنے دادا ابو اسحاق السبیعی الکوفیؒ **(م۱۲۹ھ)** کی روایت میں قدیم السماع، اثبت الناس، اتقن اور حافظ ہیں۔ واللہ اعلم [8]

(۵) ابو اسحاق، عمرو بن عبد اللہ السبیعی الکوفیؒ **(م۱۲۹ھ)** صحیحین کے روات اور ثقہ، **مکثر** اور عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۰٦۵)** [9]

---

[8] **نوٹ:**

جمہور کے ان ارشادات کے خلاف، اثری صاحب کا یہ کہنا کہ اسرائیل نے اپنے دادا سے پہلے اور بعد از اختلاط دونوں حالتوں میں سماع کیا ہے۔ **(توضیح الکلام: ص۸۲۷)** باطل و مردود ہے۔ کیونکہ یہ بات ائمہ میں سے کسی نے نہیں کہی ہے۔ فیما اعلم۔

نیز اسرائیل بن یونسؒ **(م۱٦۰ھ)** کی ولادت **(۱۰۰ھ)** میں ہوئی، **(تہذیب الکمال)**، جب کہ ابو اسحاق **السبیعی** الکوفیؒ کی وفات **(م۱۲۹ھ)** ہوئی۔ اور ابو اسحاق السبیعی الکوفیؒ کا اختلاط آخری عمر میں ہوا۔

اس لحاظ سے قارئین خود فیصلہ کریں، کہ کیا اسرائیلؒ **(م۱٦۰ھ)** کا ابو اسحاقؒ **(م۱۲۹ھ)** سماع بعد الاختلاط ہو سکتا ہے ؟؟؟، لہذا امام احمدؒ وغیرہ کے اقوال شاذ اور غیر صحیح ہے۔

اور راجح یہی ہے کہ اسرائیل بن یونسؒ **(م۱٦۰ھ)** اپنے دادا ابو اسحاق السبیعی الکوفیؒ **(م۱۲۹ھ)** کی روایت میں قدیم السماع، اثبت الناس، اتقن اور حافظ ہیں۔ واللہ اعلم

[9] **نوٹ:**

ابو اسحاق **السبیعی** الکوفیؒ **(م۱۲۹ھ)** پر تدلیس کا الزام بھی مردود ہے، کیونکہ ان کے متابع عبد اللہ بن ابی سفرؒ موجود ہیں۔ **(جزء فیہ ستۃ مجالس من أمالي القاضي أبي یعلی الفراء: ص٦۷، طبع دار البشائر، مسند ابو یعلی الموصلی: ج۱۲: ص ٦۲، کتاب الفوائد (الغیلانیات) : ص ۲۸۰)**، نیز ایک شاہد **ابن ابی ملیکۃ**ؒ **(م۱۱۷ھ)** بھی موجود ہیں۔ **(عمدۃ القاری: ج۵: ص ۱۸۷)**، لہذا ان پر تدلیس کا الزام باطل ہے۔

(۶) ارقم بن شرجیل سنن ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۹۹)**

(۷) عبد اللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ اور امام المفسرین ہیں۔

لہذا یہ سند صحیح ہے۔

حافظ ضیاء الدین مقدسیؒ (م ۶۴۳ھ)، شیخ شعیب الارنووط اور شیخ عادل مرشد وغیرہ نے صحیح اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ **(الاحادیث المختارۃ للمقدسی: ج۹: ص۴۹۷، حاشیہ مسند احمد بتحقیق الارنووط و عادل: ج۵: ص۳۴۸، فتح الباری: ج۲: ص۱۷۴)**

اس روایت کے متابع و شاہد:

متابع نمبر ۱:

اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الکوفیؒ (م ۱۶۰ھ) کی طرح، ابو اسحاق، عمرو بن عبد اللہ السبیعی الکوفیؒ (م ۱۲۹ھ) سے زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۴۹ھ) نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) کہتے ہیں:

حدثنا أبو معمر، حدثنا ابن أبي زائدة، عن أبيه، عن أبي إسحاق، عن الأرقم بن شرحبيل، عن ابن عباس: أن النبي صلى الله عليه وسلم أخذ من القراءة من حيث انتهى أبو بكر۔ (مسند ابو یعلی الموصلی: ج۵: ص۹۷، حدیث نمبر ۲۷۰۸)

شیخ حسین سلیم اسد نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ **(مسند ابو یعلی الموصلی بتحقیق شیخ حسین: ج۵: ص۹۷، حدیث نمبر ۲۷۰۸)**

متابع نمبر ۲:

امام ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) ہی کہتے ہیں:

حدثنا موسى بن محمد، حدثنا عبد الله بن رجاء، حدثنا قيس بن الربيع، عن ابن أبي السفر، عن ابن شرحبيل، عن ابن عباس، عن العباس قال: دخلت على رسول الله صلى الله

عليه وسلم وعنده نساؤه فاستترن مني إلا ميمونة، فدق له سعطة فلد، فقال: لا يبقين في البيت أحد إلا لد إلا العباس، فإنه لم تصبه يميني. ثم قال: مروا أبا بكر يصلي بالناس. فقالت عائشة لحفصة: قولي له إن أبا بكر إذا قام ذلك المقام بكى. فقالت له، فقال: مروا أبا بكر يصلي بالناس. فصلى أبو بكر، ثم وجد رسول الله صلى الله عليه وسلم خفة فخرج، فلما رآه أبو بكر تأخر، فأومأ إليه بيده: أي مكانك. فجاء فجلس إلى جنبه، فقرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم من حيث انتهى أبو بكر۔ (مسند ابو يعلى الموصلي: ج ۱۲: ص ۶۲، حديث نمبر ۶۷۰۴)

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں، سوائے قیس بن الربیعؒ (م۱۶۹ھ) وہ صدوق اور مختلط ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۵۷۳)**، نیز عبد اللہ بن رجاء البصریؒ **(م۲۲۰ھ)** کے علاوہ قیس بن الربیعؒ **(م۱۶۹ھ)** سے یہ روایت محمد بن الصلتؒ **(م۲۲۰ھ)** اور یحیی بن آدمؒ **(م۲۰۳ھ)** وغیرہ نے بھی نقل کی ہے۔ **(جزء فيه ستة مجالس من أمالي القاضي أبي يعلى الفراء: ص ۶۷، طبع دار البشائر، كتاب الفوائد (الغيلانيات): ص ۲۸۰)**

یعنی مختلط راوی کا ایک جماعت کو یہ روایت ایک ہی طرح بیان کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ روایت قیس بن الربیعؒ **(م۱۶۹ھ)** کے پاس محفوظ تھی۔ **(اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۲۵۳)**، لہذا اعتراض مردود ہے۔

شاہد نمبر ۳:

حافظ اسد بن موسیؒ **(م۲۱۲ھ)** نے کہا:

حدثنا أبو معاوية عن عبد الرحمن بن أبي بكر عن ابن أبي مليكة عن عائشة في حديث طويل في مرض النبي صلى الله عليه وسلم: ورأى رسول الله صلى الله عليه وسلم من نفسه خفة، فانطلق يهادي بين رجلين، فذهب أبو بكر يستأخر فأشار إليه النبي صلى الله عليه وسلم بيده: مكانك، فاستفتح النبي صلى الله عليه وسلم من حيث انتهى أبو بكر من القراءة۔ (فضائل الصحابة: ج ۴: ص ۱۰۷)

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں، سوائے عبد الرحمٰن بن ابی بکرؒ کے، وہ ضعیف ہیں، لیکن متابعات میں قابل ذکر ہیں۔ **(تہذیب التہذیب: ج ۶: ص ۱۴۶)**

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ روایت متابع و شاہد کے ساتھ اور بھی قوی و مضبوط ہو گئی ہے۔

وضاحت:

- محدث ابو المآثر، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ) کہتے ہیں:

مصنف الفرقان لکھتے ہیں: ترک فاتحہ کلاً یا جزءً آپ نے کیوں اختیار فرمایا اور یہ رکعت بلا فاتحہ کے کیسے درست ہوئی، سو اس وقت اگر قراءت مقتدی منسوخ ہو چکی تھی، تو یہ ترک فاتحہ موجہ ہو سکتا ہے، ورنہ کسی طرح موجہ نہیں ہو سکتا ہے، مگر چونکہ قرأت اس وقت منسوخ ہو چکی تھی اور آپ کا شمول درمیان رکعت کا اس نماز میں اقتداءً ہوا تھا اس لئے آپ نے ترک فاتحہ کلاً یا جزءاً اختیار فرمایا اور اسی وجہ سے یہ رکعت بلا فاتحہ کے درست ہوئی، اور اگر آپ کا شمول اماماً ہوا تھا اور آپ اول ہی سے امام بن کر شامل ہوئے تھے، تب بھی ترک فاتحہ کی یہی وجہ ہوگی، کیونکہ آپ کی یہ امامت خلافۃً عن الامام السابق تھی اور خلیفۃ الامام امام سابق کا مقتدی حکمی ہوتا ہے اور قراءۃ گذشتہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے، **انتھی ملخصاً**۔

اور پھر محدث اعظمیؒ نے ان کی تائید بھی کی ہے۔ **(حدر اللثام عن وجہ تحقیق الکلام)**

- ثقہ، عالم اور امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدرؒ (م ۱۴۳۰ھ) کہتے ہیں کہ

(اس روایت سے معلوم ہوا کہ) آنحضرت ﷺ سے پوری سورہ فاتحہ چھوٹ گئی تھی یا اس کا اکثر حصہ مگر باوجود اسکے، آپ ﷺ کی نماز ادا ہو گئی اور آپ ﷺ نے اس نماز کو صحیح اور درست سمجھا۔ **(احسن الکلام: ص ۳۰۵)**

اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث کو کبھی مرفوعاً، کبھی موقوفاً، کبھی مرسلاً بیان کرتا ہے تو وہ حدیث مرفوع ہی گی۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

ائمہ محدثین کا اصول ہے کہ اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث کو کبھی مرفوعاً، کبھی موقوفاً، کبھی مرسلاً بیان کرتا ہے، تو وہ حدیث مرفوعاً ہی تسلیم کی جائے گی۔

(۱)　چنانچہ حافظ ابوزکریا، یحیی بن شرف النووی ؒ(م ٦٧٦؁ھ) لکھتے ہیں کہ

بينا أن الصحيح بل الصواب الذي عليه الفقهاء والأصوليون ومحققو المحدثين أنه إذا روي الحديث مرفوعا وموقوفا أو موصولا ومرسلا حكم بالرفع والوصل لأنها زيادة ثقة وسواء كان الرافع والواصل أكثر أو أقل في الحفظ والعدد والله أعلم

ہم بیان کر آئے ہیں کہ صحیح بلکہ ایسی درست بات جس پر فقہاء، اصولین اور محقق محدثین متفق ہیں، یہ ہے کہ جب کوئی حدیث مرفوع اور موقوف روایت کی گئی ہو۔ یا موصول اور مرسل بیان ہوئی ہو، تو اس صورت میں حدیث مرفوع اور متصل ہی سمجھی جائے گی چاہے رفع اور وصل کرنے والے حفظ اور عدد میں زیادہ ہوں یا کم حدیث بہر حال مرفوع ہو گی، اس لئے کہ یہ ثقہ کی زیادتی ہے۔۔ **(شرح مسلم للنووی: ج٦: ص٢٩)**

(۲)　حافظ زین الدین عراقی ؒ(م ٨٠٦؁ھ) نے کہا: کہ

إذا وقع الاختلاف من راو واحد ثقة في المسألتين معا فوصله في وقت وأرسله في وقت، أو رفعه في وقتٍ، ووقفه في وقت، فالحكم على الأصحّ لوصله ورفعه، لا لإرساله ووقفه۔

اگر ایک ہی ثقہ راوی سے معاً دو مسئلوں میں اختلاف پیدا ہو کہ کسی وقت وہ (روایت کو) موصول بیان کرتا ہے اور کسی وقت مرسل یا کسی وقت وہ مرفوع بیان کرتا ہے اور کسی وقت موقوف۔ تو صحیح قول کی بنا پر اس کے موصول اور مرفوع ہونے کا حکم کیا جائے گا نہ کہ مرسل اور موقوف ہونے کا۔ **(شرح الفیۃ العراقی: ج۱: ص ۲۳۳)**

- حافظ عراقیؒ (م ۸۰٦ھ) اپنی ایک اور کتاب تخریج احادیث الاحیاء میں لکھتے ہیں کہ

الصحيح الذي عليه الجمهور أن الراوي إذا روى الحديث مرفوعا وموقوفا فالحكم للرفع; لأن معه في حالة الرفع زيادة، هذا هو المرجح عند أهل الحديث۔ (بحواله فتح المغيث: ج ۱: ص ۲۲۰)

معلوم ہوا کہ حافظ عراقیؒ کے نزدیک جمہور کے نزدیک یہی قول ہے اور یہی قول محدثین کے نزدیک بھی راجح ہے۔

(۳) حافظ ابو عمرو ابن الصلاحؒ (م ٦٤٣ھ) نے اس کو "**اصح**" قرار دیا ہے۔ **(مقدمہ ابن الصلاح: ص ۷۲، ت عتر)**

(۴) حافظ ابو محمد، الزیلعیؒ (م ۷٦٢ھ) نے کہا: "**إذا رفع ثقة حديثا، ووقفه آخر، أو فعلهما شخص واحد في وقتين ترجح الرافع، لأنه أتى بزيادة**"۔ **(النصب الرایۃ: ج۱: ص ۱۹)**

(۵) حافظ ابو العباس القرطبیؒ (م ٦٥٦ھ)۔ **(المفهم للقرطبی: ج۵: ص ۱۴۷-۱۴۸)**

(٦) امام **أبو الخطاب الكَلْوَذَاني**ؒ (م ۵۱۰ھ)۔ **(التمهيد في أصول الفقه: ج۳: ص ۱۴۴)**

(۷) امام مجد الدین ابن تیمیہؒ (م ٦۵٢ھ) نے کہا: "**إذا أسند الراوی مرة وأرسل أخرى أو وقف مرة ووصل مرة قبل المسند والمتصل**"۔ **(المسودة في أصول الفقه: ص ۲۵۱)**

(۸) محدث ابو عبد اللہ، محمد بن ابراہیم الکنانی الحمویؒ (م ۷۳۳ھ) نے کہا: "**لو أرسل ثقة حديثا تارة وأسنده أخرى أو رفعه ثقات ووقفه ثقات أو وصله ثقات وقطعه ثقات فالحكم في الجميع لزيادة الثقة من الإسناد والرفع والوصل والله أعلم**"۔ **(المنهل الروي في مختصر علوم الحديث النبوي: ص ۴۵)**

(۹) امام عثمان بن عمر ابن الحاجبؒ (م ۶۴۶؁ھ) نے کہا: " **وَإِذا أسند الحَدِيث وأرسلوه أَو رَفعه ووقفوه أَو وَصله وقطعوه فَحكمه حكم الزِّيَادَة** "۔

(۱۰) حافظ ابو عبد اللہ الزرکشیؒ (م ۷۹۲؁ھ) نے ابن الحاجبؒ کے قول کی تائید کی ہے۔ (**النکت للزرکشی: ج ۲: ص ۱۸۸**)

(۱۱) حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴؁ھ) نے کہا: " **فالحكم لمن أسنده إذا كان عدلا ضابطا سواء خالف واحدا أو جماعة كذا صححه الخطيب وهو الصحيح في الفقه وأصوله** "۔

(۱۲) حافظ المشرق، خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳؁ھ) نے بھی اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ (**المقنع: ج ۱: ص ۱۵۱**)

(۱۳) فاضل، امام ابن العینیؒ (م ۸۹۳؁ھ) نے بھی حافظ عراقیؒ کی تائید کی ہے۔ (**شرح الفیۃ لابن العینی: ص ۱۱۵**)

خلاصہ یہ کہ اگر کوئی ثقہ راوی کسی حدیث کو کبھی مرفوعاً، کبھی موقوفاً، کبھی مرسلاً بیان کرتا ہے، تو وہ حدیث مرفوعاً ہی تسلیم کی جائے گی۔

حافظ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) نے کئی ائمہ احناف کو ثقہ، ثبت قرار دیا ہے۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، امام، حافظ محمد بن یوسف الصالحیؒ (م ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ

ولم یورد ھذہ الاخلوقات احد من ائمۃ الحدیث ممن صنف فی مناقب الامام ابی حنیفۃ کالامام ابی جعفر الطحاوی و القاضی ابی القاسم بن ابی العوام و ابی القاسم بن کاس و القاضی ابی عبداللہ الصیمری و الشیخ محی الدین القرشی صاحب الطبقات وغیرہ و کلھم حنفیون ثقات اثبات نقاد لھم اطلاع کبیر۔

ائمہ حدیث میں سے جن حضرات نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں کتاب تصنیف کی ہے، مثلاً امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، قاضی ابو القاسم بن بی العوامؒ (۳۳۵ھ)، امام ابو القاسم ابن کاسؒ (م ۳۲۴ھ)، قاضی ابو عبد اللہ **الصیمری**ؒ (م ۴۳۶ھ)، حافظ محی الدین عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ)، وغیرہ جب کہ یہ تمام ائمہ حدیث اور **مصنفات کتب المناقب ابی حنیفۃ** ثقہ ہیں، ثبت ہیں، نقاد ہیں اور ان کی بڑی معلومات ہیں۔ ان حضرات میں کوئی ایک نے بھی اس طرح کی منکر روایات نہیں ذکر کی۔ **(عقود الجمان: ص ٦٩)**

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ثقہ، امام محمد بن یوسف الصالحیؒ (م ۹۴۲ھ) کے نزدیک

- امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ)،
- قاضی ابو القاسم بن بی العوامؒ (۳۳۵ھ)،
- امام ابو القاسم ابن کاسؒ (م ۳۲۴ھ)،
- قاضی ابو عبد اللہ **الصیمری**ؒ (م ۴۳۶ھ)،
- حافظ محی الدین عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) وغیرہ ائمہ ثقہ، ثبت، ناقد اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ والحمد للہ

ایک وضاحت :

ان ائمہ کے اسماء ذکر کرنے کے بعد، ثقہ، امام حافظ صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) نے کہا کہ "**وغیرہ وکلھم حنفیون ثقات اثبات نقاد لھم اطلاع کبیر**" ۔

یعنی حافظ صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) کے نزدیک ان ائمہ کے علاوہ اور بھی ثقہ، ثبت، نقاد ہیں جو کہ ائمہ حدیث میں ہیں، حنفی بھی ہیں اور جنہوں نے امام صاحب کے مناقب میں کتاب لکھی۔ اور انہوں نے باوجود وسیع معلومات کے، اس طرح کی منکر روایات مثلاً **ھو سراج امتی** وغیرہ اپنے مناقب کی کتاب میں نقل نہیں کی۔

ہم کہتے ہیں کہ حافظ صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) کے الفاظ "**وغیرہ وکلھم حنفیون ثقات اثبات نقاد لھم اطلاع کبیر**" میں امام، حافظ، عبد اللہ بن محمد بن یعقوب، ابو محمد الحارثیؒ(م۳۴۰؁ھ) بھی شامل ہیں۔ کیونکہ

- حافظ حارثیؒ(م۳۴۰؁ھ)، حافظ الحدیث ہیں۔ جیسا کہ خود امام صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) نے کہا۔ **(عقود الجمان: ص۱۱۷)**
- حنفی بھی ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: ش۲: ص۱۰۹)**
- انہوں نے مسند ابی حنیفۃ کے علاوہ امام صاحب کے مناقب میں کتاب "**کشف الاثار الشریفة**" بھی لکھی۔ **(الجواھر والدر: ج۳: ص۱۲۵۵)**
- اور انہوں نے اپنے کتاب "**کشف الاثار الشریفة**" میں اس طرح کی منکر روایات نقل نہیں کی۔ دیکھئے **کشف الاثار الشریفة مخطوطة، مکتبة معهد البیروني للدراسات الشرقیه، طاشقند، رقم الحفظ: ۳۱۰۵۔**

اور حافظ صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) کو حافظ حارثیؒ(م۳۴۰؁ھ) کی کتاب "**کشف الاثار الشریفة**" کا علم تھا اور انہوں نے اس کتاب سے روایات بھی نقل کی ہے۔ **(عقود الجمان: ص۱۸۵، ۱۷۳، ۱۶۲، ۱۱۷، ۸۶)**،

لہذا دیگر ائمہ کے ساتھ ساتھ، حافظ حارثیؒ(م۳۴۰؁ھ) بھی امام صالحیؒ(م۹۴۲؁ھ) کے نزدیک ثقہ، ثبت، ناقد اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ واللہ اعلم

امام ابو منصور الماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) کی توثیق۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

مشہور متکلم، امام، حجت، ابو منصور، محمد بن محمد بن محمود الماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) کی توثیق درج ذیل ہے:

- مشہور صدوق، امام نجم الدین النسفیؒ (م ۵۳۷ھ) نے کہا: " **الإمام علم الهدى حضرة الشيخ** "۔**(القند في ذكر علماء سمرقند: ص۱۵)**

- امام علاء الدین، شمس النظر، ابو بکر السمرقندیؒ (م ۵۳۹ھ) نے کہا: " **الشيخ الإمام الزاهد، رئيس مشايخ سمرقند** "۔**(میزان الاصول: ج۱: ص۷، ۸۵)**

نیز کہا کہ " **رئيس ماوراء النهر الشيخ الإمام الأجل** "۔**(میزان الاصول: ج۱: ص۱۹۱)**

- حافظ ابو سعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے کہا: " **الشيخ الإمام أبي منصور الماتريدي** "۔**(الانساب للسمعانی: ج۱۲: ص۳)**

- صاحب المحیط البرہانی، برہان الدین، محمود بن احمد البخاریؒ (م ۶۱۶ھ) نے کہا: " **الشيخ الإمام الزاهد رئيس أهل السنة إمام الهدى أبو منصور الماتريدي رحمه الله** "۔**(المحیط البرہانی: ج۵: ص۴۱۳)**

- حافظ ابن دقیق العیدؒ (م ۷۰۲ھ) نے کہا: " **الفاضل أبو منصور الماتريدي** "۔**(شرح الالمام باحادیث الاحکام: ج۴: ص۵۵۷)**

- فقیہ صفی الدین الارموی الہندیؒ (م ۷۱۵ھ) نے کہا: " **الإمام الزاهد** "۔**(نهاية الوصول في دراية الأصول: ج۳: ص۹۰۳)**

- امام عبد العزیز بن احمد، علاء الدین البخاریؒ (م ۷۳۰ھ) نے کہا: ”**رئیس مشایخ سمرقند الشیخ الإمام أبو منصور الماتریدي**“۔(**كشف الأسرار شرح أصول البزدوي: ج۱: ص۲۹۹**)

- امام ابو عبد اللہ، محمد بن ابراہیم الکنانی الحمویؒ (م ۷۳۳ھ) نے کہا: ” **الإمامان الجليلان أبو الحسن الأشعري وأبو منصور الماتريدي رحمهما الله تعالى**“۔(**إيضاح الدليل في قطع حجج أهل التعطيل: ص۸**)

- امام فخر الدین الزیلعیؒ (م ۷۴۳ھ) نے کہا: ” **الشيخ الإمام أبو منصور الماتريدي** “۔(**تبيين الحقائق: ج۶: ص۲۵**)

- ثقہ، ثبت، حافظ عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے کہا: ” **شيخ الإسلام، رئيس أهل السنة، كان من كبار العلماء**“۔(**الجواہر: ج۱: ص۵۶۲، ۳۵۶، ج۲: ص۱۳۰**)

- محدث عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے کہا: ”**إمام الهدى الشيخ الإمام** “۔(**العناية: ج۱: ص۴۲۹، ج۲: ص۳۹۵**)

- محدث ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے کہا: ” **أبو منصور الماتريدي، وهو إمام جليل مشهور** “۔(**مرقاة: ج۸: ص۳۴۴۵**)

- فاضل، عالم، ابو حامد، محمد البدیریؒ (م ۱۱۴۰ھ) نے کہا: ” **الإمام الحجة أبي منصور الماتريدي** “۔(**الجواهر الغوالي في ذكر الأسانيد العوالي - مخطوط**)

- حافظ مرتضی الزبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) نے کہا: ”**كان إمامًا جليلًا مناضلًا عن الدين موطدًا لعقائد أهل السنة، قطع المعتزلة، وذوي البدع في مناظراتهم، وخصمهم في محاوراتهم حتى أسكتهم.. وكان يقال له إمام الهدى ..**“۔

- شیخ عبد اللہ المراغیؒ کہتے ہیں کہ ”**كان أبو منصور قوي الحجة، مفحمًا في الخصوم، دافع عن عقائد المسلمين، ورد شبهات الملحدين، ونفى عن العقائد كل ما اعتراها من زيغ وما علق بها من شبه**“۔ **(الموسوعة الميسرة في تراجم أئمة التفسير: ج٣: ص٢٣٥٧)**

- شیخ عادل النویہضؒ نے کہا: **"إمام الهدى" و "إمام المتكلمين، و "مصحح عقائد المسلمين" و "رئيس أهل السنة"۔(معجم المفسرين: ج٢: ص٦١١)**

لہذا یہ دینی شہرت، امام ابو منصور، محمد بن محمد بن محمود الماتریدیؒ **(م ٣٣٣؁ھ)** کے صدوق ہونے کیلئے کافی ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش١٤: ص٥٧)**، نیز ان کو فاضل، عالم، ابو حامد محمد البدیریؒ **(م ١١٤٠؁ھ)** نے حجت، امام قرار دیا، جیسا کہ گزر چکا۔ لہذا وہ صدوق، حجت، امام ہیں۔

جس راوی کو ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) "**الثقات**" میں شمار کریں، اور اس سے "**۳**" راوی روایت کریں اور اس پر جرح نہ ہو، تو اس راوی کی روایت قابل احتجاج ہو گی۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

(۱)　حافظ عراقیؒ (م۸۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ

فان كان روى عنه اثنان فاكثر و وثقه ابن حبان، ولم نجد لغيره فيه جرحا فهو ممن يحتج به۔ (اجوبة الحافظ العراقى على اسئلة الحافظ ابن حجر مع اجوبة الحافظ ابن حجر على اسئلة بعض تلامذته: ص ١٤١، طبع اضواء السلف)

(۲)　شیخ ابو الحسن مصطفی بن اسماعیل السلیمانی کہتے ہیں کہ

و شيخنا الالبانى رحمه الله كثيرا مايحسن لمن روى عنه جماعة و ذكره ابن حبان فى الثقات كما يراه الناظر فى الارواء و الصحيحة۔ (اتحاف النبيل للسيلمانى: ج ١: ص ٢٠٤)

(۳)　اسی طرح شیخ الالبانیؒ ایک راوی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

وداود بن مطرف -وهو ابن عتبة أبو مطرف-؛ ذكره ابن حبان في "الثقات"، وقد روى عنه جماعة؛ فهو صدوق۔ (السلسلة الاحاديث الضعيفة: ج٨: ص ٢٩٥، نیز دیکھئے تمام المنۃ: ص٢٠٥-٢٠٦)

(۴)　ایک اور سلفی عالم سلیمان بن ناصر العلوان کہتے ہیں کہ

ان يروى عن الراوى اثنان فصاعدا و لا ياتى بما ينكر من حديثه فيخرج له ابن حبان فى ثقاته و هذا لا عتب عليه فيه لانه هو الصواب مع العلم ان العلماء اختلفوا فى ذالك على اقوال:

اول　القبول مطلقاً [وهو الراجح]۔۔۔۔ (منهج الامام ابن حبان فى بعض كتبه للشيخ سليمان العلوان: ص ٥)

(۵)　شیخ شعیب الارنووطؒ،

(٦) اور شیخ بشار العواد معروف بھی یہی کہتے ہیں۔ البتہ ان دونوں حضرات کے نزدیک **"٣"** کے بجائے **"٤"** راوی کی شرط ہے۔ الفاظ درج ذیل ہیں:

إذا ذكره ابنُ حبان وحده في "الثقات" وروى عنه أربعة فأكثر، فهو صدوق حسن الحديث۔ (تحرير تقريب التهذيب: ج١: ص٣٤)

خلاصہ یہ کہ جس راوی کو ابن حبانؒ (م **٣٥٤ھ**) **"الثقات"** میں شمار کریں، اور اس سے **"٣"** راوی روایت کریں اور اس پر جرح نہ ہو، تو اس راوی کی روایت قابل احتجاج ہو گی۔

نوٹ:

اسی طرح اگر کوئی راوی امام ابن حبانؒ (**م٣٥٤ھ**) اور ان کے شیخ، امام ابن خزیمہؒ (**م٣١١ھ**) کے اصول پر ثقہ، عادل یا صدوق ثابت ہوتا ہو۔[10] اور اس سے بھی **"٣"** راوی روایت کریں اور اس پر جرح نہ ہو، تو اس راوی کی روایت بھی قابل احتجاج ہو گی۔ **(العجالۃ فی سلسلۃ فی الاحادیث المسلسلۃ للمحدث محمد یاسین المکی: ص١١٦)**

چنانچہ حافظ ذہبیؒ (**م٧٤٨ھ**) نے کہا:

إن الجمهور على أن من كان من المشايخ قد روى عنه جماعة، ولم يات بما ينكر عليه: فحديثه صحيح۔ (ميزان الاعتدال: ج٣: ص٤٢٦)، واللہ اعلم

---

[10] ابن حبانؒ (**م٣٥٤ھ**) کے نزدیک راوی ثقہ، عادل رہے گا، جب تک کہ اس پر جرح ثابت نہ ہو، اور ان کے نزدیک ایک کے بھی روایت لینے سے راوی کی جہالت عین ختم ہو جائے گی۔ اور یہی ان کے شیخ، امام ابن خزیمہؒ (**م٣١١ھ**) کا مسلک ہے۔ **(لسان المیزان لابن حجر: ج١: ص٢٠٩، منهج الامام ابن حبان فی بعض کتبه للشیخ سلیمان العلوان: ص٤، کتاب الثقات لابن حبان: ج١: ص١١)**

امام یزید بن ہارونؒ (م ٢٠٦؁ھ) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (م ١٥٠؁ھ) صدوق اور متقن ہیں۔

مولانا نذیر الدین قاسمی -

امام ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ٤٣٦؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

اخبرنا عمر بن إبراهيم قال ثنا مكرم قال ثنا احمد بن عطية قال ثنا تميم بن المنتصر قال كنت عند يزيد بن هارون فذكر أبا حنيفة فنال إنسان منه فأطرق طويلا قالوا رحمك الله حدثنا فقال كان أبو حنيفة تقيا نقيا زاهدا عالما صدوق اللسان احفظ اهل زمانه سمعت كل من أدركته من أهل زمانه يقول إنه ما رأى أفقه منه۔

ثقہ، ضابط، محدث تمیم بن **المنتصر**ؒ (م ٢٤٥؁ھ) فرماتے ہیں کہ میں یزید بن ہارونؒ کے پاس تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کا ذکر ہوا، تو کسی شخص نے امام صاحبؒ کی شان میں گستاخی کی، تو یزید بن ہارونؒ کافی دیر تک گردن جھکائے ہوئے خاموش بیٹھے رہے۔

لوگوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، ہم سے حدیث بیان کیجئے۔

تو یزید بن ہارونؒ نے کہا کہ: امام ابو حنیفہؒ متقی تھے۔

پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے۔

بہت بڑے زاہد اور عالم تھے۔

زبان کے سچے تھے۔

اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ حفظ والے تھے۔

میں نے ان کے زمانہ کے ہر اس آدمی جس کو میں نے پایا کہتے ہوئے سنا کہ: ہم نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ **(اخبار ابی حنیفة واصحابة: ص ۴۸)**، اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔ البتہ اس سند میں موجود احمد بن محمد بن المغلس المعروف بہ احمد بن عطیہ الکوفیؒ (م۳۰۸ھ) ضعیف ہیں۔

لیکن ان کے کئی متابع موجود ہیں، لہٰذا اس روایت میں ان پر جرح فضول اور بے کار ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امام ابو القاسم ابن عساکرؒ **(م۵۷۱ھ)** کے نزدیک اس (روایت) میں کوئی حرج نہیں ہے۔ **(منازل الأئمة الأربعة للسلماسی: ص ۱۷۰، تاریخ ابن عساکر: ج ۶۴: ص ۴۵)**

متابع نمبر ۱:

ثقہ، ثبت، عابد، متقن، حافظ الحدیث، امام یزید بن ہارونؒ **(م۲۰۶ھ)** اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے، چنانچہ:

لسان المیزان میں حافظ ابن حجرؒ **(م۸۵۲ھ)** نے نقل کیا ہے کہ:

وقال محمود بن غيلان: قلت ليزيد بن هارون: ماتقول في أبي يوسف؟ فقال: أنا أروي عنه۔

محمود بن غیلانؒ **(م۲۳۹ھ)** کہتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارونؒ **(م۲۰۶ھ)** سے کہا کہ: آپ امام ابو یوسفؒ کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو یزید بن ہارونؒ نے کہا: **"أنا أروي عنه"**۔ **(لسان المیزان: ج۸: ص۵۱۸)**

سلفی عالم و محدث، شیخ ابو الحسن مصطفیٰ بن اسماعیل **السلیمانی** کہتے ہیں کہ

یزید بن ہارونؒ کا یہ لفظ **"أنا أروي عنه"** (میں دو معنوں کا) احتمال ہے:

(۱) انکار کے معنی کا احتمال، کہ کیا میں ابو یوسفؒ جیسے سے روایت کر سکتا ہوں؟

(۲) اقرار کے معنی کا احتمال، کہ ہاں ! میں نے ابو یوسف ؒ سے روایت کیا ہے، اگر وہ ثقہ نہ ہوتے، تو میں ان سے روایت نہیں کرتا۔

اور میرے نزدیک پہلے معنیٰ کا احتمال ظاہر ہے، کیونکہ اسی لسان المیزان میں ہے کہ یزید بن ہارون ؒ (**م ۲۰۶ھ**) سے روایت ہے کہ ابو یوسف ؒ کی روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ ہر صورت میں یزید بن ہارون ؒ کا یہ لفظ **"أنا أروي عنه"** ان کا راوی کے سلسلہ میں چھان بین کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ **(اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۴۷)**

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ امام یزید بن ہارون ؒ اپنے نزدیک راوی کے ضعف کے بارے میں چھان بین کرتے اور صرف معتبر اور مقبول سے روایت کرتے تھے۔[11]

اور امام یزید بن ہارون ؒ (**م ۲۰۶ھ**) نے امام ابو حنیفہ ؒ (**م ۱۵۰ھ**) سے روایت لی ہے۔ **(تہذیب الکمال: ج ۲۹: ص ۴۲۱، سیر: ج ۶: ص ۳۹۴)**

ثابت ہوا کہ امام ابو حنیفہ ؒ (**م ۱۵۰ھ**)، حافظ یزید بن ہارون ؒ (**م ۲۰۶ھ**) کے نزدیک ثقہ ہیں۔

متابع نمبر ۲ :

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثی ؒ (**م ۳۴۰ھ**) فرماتے ہیں کہ:

حدثنا السری بن عصام قال سمعت حامد بن آدم یقول حدثنا یزید بن هارون عن ابی حنیفة باحادیث و قال لیته کانت اکثر من هذا۔

---

[11] امام یزید بن ہارون ؒ (**م ۲۰۶ھ**) اور ابن معین ؒ (**م ۲۳۳ھ**) کا قول، جس کو شیخ ابو الحسن السلیمانی نے ذکر کیا ہے، ان کے درمیان راجح تطبیق یہی ہوگی کہ یزید بن ہارون ؒ اپنے نزدیک صرف ثقہ یا صدوق راوی سے روایت کرتے ہیں، جبکہ وہ راوی ابن معین ؒ کے نزدیک کمزور اور ضعیف ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

حامد بن آدمؒ کہتے ہیں کہ امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) نے، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) سے مروی کئی احادیث ہمیں بیان کی اور کہا کہ کاش میرے پاس اس سے زیادہ، ان کی احادیث ہوتی۔ **(کشف الاثار مخطوطۃ:[FOLIO] نمبر ١٦٦، مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج ١: ص ٤٣٥)**

سند کی تحقیق:

(١) امام حارثیؒ (م ٣٤٠ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: ش ٢: ص ٨٩)**

(٢) ابو سہل، السری بن عصام بن عبد اللہ بن سہل البخاریؒ سے ابو بکر محمد بن حامد القواریری البخاریؒ **(م ٣٤٤ھ)**، حافظ حارثیؒ **(م ٣٤٠ھ)**، ابو نصر، احمد بن سہل بن حمدویہ البخاریؒ، محمد بن سعید بن محمودؒ وغیرہ نے روایت لی ہے۔ **(بحر الفوائد للکلاباذی: ص ٣٥٠، الرد علی من یقول الم حرف لابن مندہ الاصبہانی: ص ٥٨، اکمال لابن ماکولا: ج ٧: ص ٢٤٩، تلخیص المتشابہ للخطیب: ج ٢: ص ٦٢٢)**

لہذا ابو سہلؒ صدوق ہیں۔ **(ص: ٣٢)**

(٣) حامد بن آدمؒ جب ثقہ سے روایت کریں، تو ان کی روایت منکر نہیں ہوتی۔ **(الکامل: ج ٣: ص ٤٠٩)**، اور یہاں بھی ثقہ سے روایت کر رہے ہے، لہذا یہاں حامد بن آدمؒ مقبول ہیں۔

(٤) حافظ یزید بن ھارونؒ **(م ٢٠٦ھ)** مشہور ثقہ، حافظ اور ثبت، امام ہیں۔ **(تقریب)**

لہذا یہ سند حسن ہے۔

متابع نمبر ٣:

صدوق، امام، حافظ ابو محمد الحارثیؒ **(م ٣٤٠ھ)** فرماتے ہیں کہ:

قال حدثنا عبد اللہ بن عبید اللہ قال حدثنا محمد بن اللیث السرخسی قال حدثنا ابو سعید شیبة بن هشام السرخسی قال حدثنا لبید بن ابی لبید السرخسی قال سمعت یزید بن هارون یقول کان ابو حنیفة اماماً من ائمة المسلمین یقتدی له قال ورایته یترحم علیه و یذکرہ بالفضل۔

لبید بن ابی لبید سرخسیؒ کہتے ہیں میں نے یزید بن ہارونؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہؒ مسلمانوں کے اماموں میں سے ایک امام ہیں، جن کی اقتداء کی جاتی ہے، راوی کہتے ہیں: اور میں انہیں دیکھا کہ وہ (یزید بن ہارونؒ) ان (امام ابو حنیفہؒ) کے لئے رحمت کی دعا کر رہے ہیں اور ان کی فضیلت بیان کر رہے ہیں۔

(کشف الاثار مخطوطة: [FOLIO] نمبر ١٦٦)

سند کی تحقیق:

(١) امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(٢) عبد اللہ بن عبید اللہ سے مراد صدوق، امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن شریح الشیبانی البخاریؒ (م ۳۰۷ھ) ہیں۔ **(الانساب للسمعانی: ج۹: ص۱۰۹)**

(٣) محمد بن اللیث السرخسیؒ کا پورا نام محمد بن اللیث بن سعید السرخسیؒ ہے، اور ان کے بارے میں امام شمس الدین ابن الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) کہتے ہیں کہ "**شیخ معروف**" وہ مشہور و معروف شیخ ہیں۔ **(غایۃ النہایۃ لابن الجزری: ج ٢: ص ۲۳۴)**، جو کہ ان کے صدوق ہونے کیلئے کافی ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۱۴: ص ۵۷)**

(٤) ابو سعید شیبہ بن ہشام السرخسیؒ کے حالات نہیں مل سکے، لیکن چونکہ ان کے متابع عمرو بن حمید موجود ہیں، لہذا اس روایت میں ان پر جرح فضول ہے۔[12]

---

[12] چنانچہ حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) ہی کہتے ہیں کہ:

قال حدثنا علی بن الحسن بن سعد قال حدثنا الشیخ عمرو قال کان یزید بن ہارون ــــــــــ فقال یزید بن ہارون مه کان ابو حنیفة اماماً یقتدی به۔

ـــــ تو یزید بن ہارون نے کہا: خاموش رہو، امام ابو حنیفہؒ امام تھے، جن کی اقتداء کی جاتی ہے۔ **(کشف الاثار مخطوطة: [FOLIO] نمبر ١٦٦، مسند ابی حنیفة للحارثی: ج ٢: ص ٥٩٥)**

(۵) لبید بن ابی لبید السرخسی صدوق ہیں۔

ان سے ثقہ، ثبت، امام، حجت، متقن، حافظ الحدیث، حسن بن علی الحلوانی الخلالؒ (م ۲۴۲؁ھ) نے روایت کی ہے۔ (**الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج۷: ص ۱۸۱**) اور وہ اپنے نزدیک عام طور سے ثقہ سے روایت لیتے تھے۔[13]

لہذا لبید بن ابی لبید السرخسیؒ صدوق ہیں۔

(٦) یزید بن ھارونؒ (م ۲۰٦؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ اور ثبت، امام ہیں۔ (**تقریب**)

لہذا یہ روایت حسن ہے۔

متابع نمبر ۴ :

حافظ المغرب، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴٦۳؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

سند کی تحقیق:

(۱) امام حارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) علی بن الحسن بن سعد الھمذانیؒ (م ۳۱۷؁ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۷: ص ۳۲۷**)

(۳) عمرو بن حمید، قاضی دینور بھی اس روایت میں صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۷: ص ۳۴۲**)

[13] امام ابو داودؒ (م ۲۷۵؁ھ) فرماتے ہیں کہ وہ رجال کے عالم تھے۔ حافظ خلیلیؒ (م ۴۴٦؁ھ) کہتے ہیں کہ " **کان یشبه بأحمد فی سمته و دیانته** " حسن بن علی الخلالؒ طور طریقے اور دیانت داری میں احمد بن حنبلؒ کے مشابہ تھے۔ (**تھذیب التھذیب: ج۲: ص ۳۰۳**)، اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱؁ھ) کا حدیث میں اتقان رجال مشہور ہے۔ لہذا امام احمدؒ کے مشابہ ہونے کی وجہ سے، حافظ حسن بن علی الحلوانی الخلالؒ (م ۲۴۲؁ھ) بھی عام طور سے اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔

نیز اس کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ تہذیب الکمال میں موجود ان کے تمام کے تمام شیوخ ثقہ یا صدوق ہیں سوائے ایک کے۔ (**تہذیب الکمال: ج٦: ص ۲٦۰**) واللہ اعلم

أخبرنا الخلال، أخبرنا الحريري أن النخعي حدثهم قال: حدثنا محمد بن علي بن عفان، حدثنا محمد بن عبد الملك الدقيقي قال: سمعت يزيد بن هارون يقول: أدركت الناس فما رأيت أحدا أعقل، ولا أفضل، ولا أورع، من أبي حنيفة۔

امام یزید بن ہارونؒ کہتے ہیں کہ میں نے (کئی) لوگوں کو دیکھا، مگر میں نے امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ عقلمند، متقی اور افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ **(تاریخ بغداد: ج١٣: ص٣٦١)**

روات کی تحقیق:

(١) حافظ المغرب، امام خطیب بغدادیؒ مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج١: ص٤١٨)**

(٢) حافظ حسن بن محمد، ابو محمد الخلالؒ (م۴۳۹ھ) ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج٩: ص٥٨١)**

(٣) علی بن عمرو بن سہل ابوالحسن الحریریؒ (م۳۸۰ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ **(تاریخ بغداد: ج١٢: ص٢٢)**

(۴) امام ابن کاس النخعیؒ (م۳۲۴ھ) مشہور، ثقہ، ائمہ احناف میں سے ہیں۔ **(ارشاد القاصی والدانی: ص۴۴۰)**

(٥) محدث محمد بن علی بن عفانؒ (م۲۷۷ھ) ثقہ ہیں۔ **(رجال الحاكم في المستدرك للشيخ مقبل بن هادی: ج٢: ص٢٦٣، موسوعة أقوال أبي الحسن الدارقطني في رجال الحديث وعلله: ج٢: ص٦٠٧)**

(٦) محمد بن عبد المالک دقیقیؒ (م۲۶۶ھ) سنن ابی داؤد و ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تحریر التقریب: رقم ٦١٠١)**

(٧) ایزید بن ہارونؒ (م۲۰۶ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حجت، عابد، متقن اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(تہذیب التہذیب، سیر)**

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

وضاحت:

اس روایت میں امام یزید بن ہارونؒ **"افعل"** کا صیغہ استعمال کیا ہے، جو کہ امام صاحب کے اعلیٰ درجہ (یعنی ثقہ کے درجہ سے بھی اعلیٰ درجہ) کی توثیق پر دلالت کرتا ہے۔ **(مجلہ الاجماع: شمارہ نمبر۴: ص٦٥)**

متابع نمبر ٥:

صدوق، خطیب، امام ابو المؤید محمد الخوارزمیؒ (م ۶۶۵؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

(أخبرني) يوسف بن عبد الله سبط ابن الجوزي بقراءتي عليه بسفح جبل الصالحين بدمشق قال أخبرني عبد الوهاب بن علي أخبرنا محمد بن أبي منصور أخبرنا ابن خيرون أخبرنا عبد العزيز بن علي الطحان، أخبرنا (ابو يعقوب يوسف بن احمد[14] أخبرنا) محمد بن جعفر [15] أخبرنا أحمد بن منصور الرمادي قال لي يزيد بن هارون ما رأيت أحلم من أبي حنيفة كان إذا بلغه عن رجل أنه نال منه وذكره بسوء بعث إليه برفق وقال غفر الله لك يا أخي فقد وكلتك إلى الله تعالى من يعلم مني خلاف ما قلت

احمد بن منصور الرمادیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے یزید بن ہارونؒ نے کہا کہ: میں نے امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ حلم اور بردبار کسی کو نہیں دیکھا، جب آپ کو کسی شخص کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس نے آپ کو برا بھلا کہا اور برائی کے ساتھ آپ کا تذکرہ کیا، تو آپ اس کو نرم جواب بھجواتے اور کہتے: میرے بھائی اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، میں آپ (کے معاملہ) کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں، جو میرے بارے میں آپ کے قول کے خلاف جانتا ہے۔ (**جامع المسانید للخوارزمی : ج۱: ص۶۹**)

رواۃ کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) امام ابو المؤید محمد الخوارزمیؒ (م ۶۶۵؁ھ) صدوق، خطیب اور امام ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: شمارہ نمبر ۴: ص ۳۰**)

---

[14] جامع المسانید للخوارزمی کے مطبوعہ نسخے میں عبد العزیز بن علی الطحانؒ (م ۴۴۴؁ھ) اور امام احمد بن منصور الرمادیؒ (م ۲۶۳؁ھ) کے شاگرد محمد بن جعفر السامریؒ (م ۳۲۷؁ھ) کے درمیان ابو یعقوب، یوسف بن احمد الصیدلانیؒ (م ۳۸۸؁ھ) کا حوالہ ساقط ہو گیا، لیکن الانتقاء لابن عبد البر میں محمد السامریؒ کے شاگرد ابو یعقوب، یوسف بن احمد الصیدلانیؒ (م ۳۸۸؁ھ) کا واسطہ موجود ہے۔ (**ص: ۱۳۵**)، لہذا ابن علی الطحانؒ اور محمد السامریؒ کے درمیان ابو یعقوب، یوسف بن احمد الصیدلانیؒ (م ۳۸۸؁ھ) کا واسطہ ہے۔

[15] احمد بن منصور الرمادیؒ کے شاگرد محمد بن جعفر سے مراد یہاں پر محمد بن جعفر السامریؒ (م ۳۲۷؁ھ) ہیں، کیونکہ الانتقاء میں رمادیؒ کے شاگرد محمد بن علی، ابو علی السامریؒ ہیں۔ (**ص:۱۳۵**) اور ایک راوی کے دو، دو کنیتیں ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ لہذا یہاں پر محمد بن جعفر سے مراد یہاں پر محمد بن جعفر السامریؒ (م ۳۲۷؁ھ) ہی ہیں۔ واللہ اعلم

(۲) حافظ یوسف بن عبد اللہ، سبط ابن الجوزیؒ (۶۵۴ھ) مشہور، صدوق، امام مؤرخ اور حافظ الحدیث ہیں۔ (**جامع المسانید: ج۱: ص۵۴، الاجماع: شمار نمبر۳: ص۲۷۸**)

(۳) ابو احمد عبد الوہاب بن علی بن علیؒ (م۶۰۷ھ) بھی ثقہ اور نیک ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج٦: ص۵۱۰، مرآۃ الزمان لسبط ابن الجوزیؒ: ج۲: ص۲۲۰**)

(۵) محمد بن ابی منصورؒ سے مراد ثقہ راوی محمد بن ابی منصور عبد الملک بن الحسنؒ (م۵۳۹ھ) ہیں۔ (**مرآۃ الزمان لسبط ابن الجوزی: ج۲: ص۴۱، ناسخ القرآن لابن الجوزی: ج۱: ص۲۳۱،** تحقیق محمد اشرف علی الملیباری)

(۵) حافظ ابو الفضل احمد بن حسن بن خیرون البغدادیؒ (م۴۸۸ھ) مشہور ثقہ، امام اور حجت ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۱۰: ص۵۹۰**)

(٦) عبد العزیز بن علی الازجی الطحان (م۴۴۴ھ) بھی صدوق راوی ہیں۔ (**المنتظم لابن الجوزیؒ: ج۸: ص۱۱۹، تاریخ الاسلام: ج۹: ص٦۵٦، تاریخ بغداد: ج۳: ص۵۳**)

(۷) ابو یعقوب، یوسف بن احمد الصیدلانیؒ (م۳۸۸ھ) بھی صدوق راوی ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش۳: ص۲۸۴**)

(۸) محمد بن جعفر السامریؒ (م۳۲۷ھ) مشہور، ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج۷: ص۵۳۹، سیر: ج۱۵: ص۲٦۷**)

(۹) احمد بن منصور الرامیؒ (م۲٦۳ھ) سنن ابن ماجہ کے راوی اور مشہور ثقہ، ضابط، حافظ الحدیث ہیں۔ (**تقریب: رقم۱۱۳، سیر**)

(۱۰) امام یزید بن ہارونؒ کی توثیق گزر چکی۔

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔ واللہ اعلم

متابع نمبر٦:

ثقہ، ثبت امام ابو القاسم عبد اللہ بن ابی العوامؒ (م۳۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ:

حدثني إبراهيم بن أحمد بن سهل قال: ثنا القاسم بن غسان قال: سمعت إبراهيم بن عبد الله الهروي يقول: سمعت يزيد بن هارون يقول: أدركت ألف رجل من الفقهاء وكتبت عن أكثرهم، ما رأيت فيهم أفقه ولا أورع ولا أحلم من خمسة: أولهم أبو حنيفة۔

امام یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ میں نے "١٠٠٠" فقہاء کی جماعت کو پایا اور ان میں سے اکثر سے میں نے روایت لکھی ہے۔

ان میں پانچ ایسے فقیہ ہیں، جن سے بہتر نہ میں نے کوئی فقیہ دیکھا، نہ ان سے بہتر کوئی متقن دیکھا اور نہ ہی ان سے بہتر حلم اور بردبار دیکھا۔

اور ان پانچ میں سے پہلے امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ **(فضائل ابی حنیفۃ وأخبارہ ومناقبہ لابی عوام: ص٥٦)**

<u>روات کی تحقیق درجِ ذیل ہے:</u>

(١) امام ابو القاسم عبد اللہ بن ابی العوامؒ **(م ٣٣٥ھ)** مشہور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔ **(مجلہ الاجماع: شمار نمبر ٢: ص٣)**

(٢) ابو احمد، ابراہیم بن احمد بن سہل بن اسحاق الترمذیؒ صدوق ہیں۔

کیونکہ امام ابو القاسم ابن ابی العوامؒ **(م ٣٣٥ھ)** نے ان سے کثرت سے روایت لی ہے، تقریباً "٢٤" سے زیادہ روایتیں ان سے اپنی کتاب میں نقل کی ہیں۔ دیکھئے: **فضائل ابی حنیفہ وأخبارہ ومناقبہ لابن ابی عوام۔**

اور جب کوئی امام اپنے کسی شیخ سے کثرت سے روایات نقل کرتا ہے، تو وہ شیخ اس کے نزدیک کم از کم ثقہ ہوتا ہے۔ **(مجمع الزوائد: حدیث نمبر ٨٧٩٠)**

لہذا ابراہیم بن احمد بن سہل الترمذیؒ کم سے کم صدوق ضرور ہیں۔ واللہ اعلم

(٣) قاسم بن غسان المروزیؒ بھی صدوق ہیں۔ کیونکہ انکو صدوق راوی ابراہیم بن احمد بن سہل ترمذیؒ نے قاضی کوفہ قرار دیا ہے **(فضائل ابی حنیفہ: ص ٦٧)**

اور کسی راوی کی اچھی اور نیک شہرت اس کے صدوق ہونے کیلئے کافی ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش١٤: ص٥٧)**

لہذا قاسمؒ بھی صدوق ہیں۔

(۴) ابراہیم بن عبد اللہ الہرویؒ (م ۲۴۴؁ھ) سنن ترمذی اور ابن ماجہ کے راوی اور صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب التہذیب: رقم ۱۹۳)**

(۵) امام یزید بن ہارونؒ کی توثیق گزر چکی۔

معلوم ہوا کہ یہ روایت بھی حسن درجہ کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳؁ھ) اور حافظ مغلطائیؒ (م ۷۶۲؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

امام یزید بن ہارونؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف و مدح اور ان کو پاکیزہ قرار دیا ہے۔ **(الانتقاء لابن عبد البر: ص ۱۳۷، اکمال تہذیب الکمال: ج ۲۲: ص ۵۶-۵۷)**

<u>خلاصہ کلام:</u>

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ:

- اس روایت میں ابن المغلسؒ پر کلام مردود ہے۔
- امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶؁ھ) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) صدوق، بہترین، پاکیزہ، متقن، امام المسلمین اور بے مثال فقیہ ہیں۔ واللہ اعلم